روس اور چین کی 'لازوال' دوستی کا مطلب؟

صبیح احمد

روس اور چین کے صدور بالترتیب ولادیمیر پوتن اور ژی جنپنگ نے گزشتہ ہفتہ چینی کمیونسٹ پارٹی کے 'پاور سینٹر' تاریخی گریٹ ہال آف دی پیپلز میں ملاقات کی، جہاں روسی رہنما کے لیے ایک شاندار استقبالیہ تقریب کا انعقاد کیا گیا جس میں چین کی پیپلز لبریشن آرمی (پی ایل اے) کی جانب سے گارڈ آف آنر بھی شامل تھا۔ ژی کو 'میرا پیارا دوست' کہتے ہوئے پوتن نے کہا کہ یہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے کہ روس اور چین کے درمیان تعلقات 'موقع پرستانہ نہیں ہیں' اور یہ 'کسی کے خلاف نہیں ہیں'۔ ژی نے کہا کہ چین اور روس کی دوستی 'لازوال' ہے اور 'ایک نئی قسم کے بین الاقوامی تعلقات کا نمونہ بن گئی ہے'۔ دونوں رہنماؤں نے بعد میں سفارتی تعلقات کے 75 سال مکمل ہونے پر ایک کنسرٹ میں شرکت بھی کی۔

صدر پوتن کا چین کا یہ 2 روزہ دورہ ایسے وقت میں ہوا ہے، جب روس نے یوکرین کی جنگ کے حوالے سے حالات پر سخت گرفت حاصل کرلی ہے۔ ادھر ژی حال ہی میں یوروپ کے دورے سے واپس آئے ہیں جہاں انہوں نے فرانس کے صدر کے ساتھ ساتھ ہنگری اور سربیا کے رہنماؤں سے ملاقات بھی کی۔ یہ دونوں پوتن کے دوست ہیں۔ چین اور روس کے تعلقات کے فروغ کی ایک تاریخ رہی ہے اور اس کے ارتقا میں امریکہ کا کردار رہا ہے۔ چین اور سوویت یونین کے درمیان تعلقات کی شروعات اچھی نہیں رہی تھی۔ 1949 میں عوامی جمہوریہ چین کے قیام کے بعد جب چیئرمین ماؤزے تنگ نے ماسکو کا دورہ کیا تو انہیں جوزف اسٹالن سے ملاقات کے لیے ہفتوں تک انتظار کرنا پڑا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ماؤ کو دارالحکومت سے باہر ایک دور دراز علاقہ میں رکھا گیا تھا جہاں 'واحد تفریحی سہولت ٹیبل ٹینس کی ایک ٹوٹی ہوئی میز تھی'۔

سرد جنگ کے دوران، چین اور یونین آف سوویت سوشلسٹ ری پبلک (یو ایس ایس آر) ایک دوسرے کے حریف تھے، دونوں کے درمیان عالمی کمیونسٹ تحریک کو کنٹرول کرنے کے لیے مقابلہ آرائی تھی۔ 1960 کی دہائی کے اوائل میں دونوں ملکوں کے درمیان تناؤ خطرناک حد تک بڑھ گیا اور انہوں نے 1969 میں ایک مختصر سرحدی جنگ بھی لڑی۔ 1976 میں ماؤ کی موت کے بعد تعلقات میں بہتری کا آغاز ہوا، لیکن 1991 میں سوویت یونین کے انہدام تک گرم جوشی دیکھنے کو نہیں ملی۔ سرد جنگ کے بعد کے دور میں اقتصادی تعلقات نے چین-روس تعلقات کے لیے 'نئی اسٹریٹجک بنیاد' تیار کی ہے۔ چین روس کا سب سے بڑا تجارتی شراکت دار اور روس میں ایشیا کا سب سے بڑا سرمایہ کاری کرنے والا ملک بن گیا۔ چین دراصل روس کو خام مال کا پاور ہاؤس اور اپنی اشیا (کنزیومر گڈس) کی قیمتی منڈی کے طور پر دیکھتا ہے۔ 2014 میں کریمیا کے الحاق کے بعد روس کے خلاف مغرب کا مخالفانہ رویہ ماسکو کو بیجنگ کے قریب لے آیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان نے ہمیشہ یہ محسوس کیا ہے کہ یہ مغرب ہی تھا جس نے روس کو چین کی بانہوں میں دھکیل دیا۔ حال ہی میں کولکاتہ میں ایک تقریب کے دوران مینوفیکچرنگ سیکٹر میں ملک کی خود انحصاری کی اہمیت کے بارے میں بات کرتے ہوئے وزیر خارجہ ایس جے شنکر نے ہندوستان اور چین کے تجارتی تعلقات پر بھی یہ کہتے ہوئے سوال اٹھایا ہے کہ ہندوستان چین سے اتنی زیادہ خریداری کیوں کرتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی سوال اٹھایا کہ کیا چین کے ساتھ اتنے بڑے پیمانے پر تجارت کرنا ملک کے لیے درست ہے۔ حال ہی میں جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق چین ہندوستان کا سب سے بڑا تجارتی شراکت دار ہے۔ گلوبل ٹریڈ ریسرچ انیشیٹو کے مطابق دونوں ممالک کے درمیان رواں مالی سال میں تجارت 118.4 بلین ڈالر تک پہنچ گئی۔ چین سے ہندوستان کی درآمدات کا حجم 3.24 فیصد بڑھ کر 101.7 بلین ڈالر تک پہنچ گیا ہے جبکہ ہندوستان سے چین کو برآمدات 8.7 فیصد بڑھ کر 16.67 بلین ڈالر تک پہنچ گئی ہیں۔

وزیر خارجہ جے شنکر کا بیان دراصل ہندوستانی تاجروں کو یہ یاد دلانے کی کوشش ہے کہ سرحدی کشیدگی جاری ہے اور ہندوستان کو چین پر کم انحصار کرنا چاہیے۔ وزیر خارجہ کا بیان اس تناظر میں اہم ہے کہ اس قسم کے (چین پر) انحصار سے ہم ملک کے کاروباری مفادات پر توجہ نہیں دے رہے ہیں۔ کیونکہ اگر چین مستقبل میں کسی بھی وجہ سے اپنی برآمدات روکتا ہے تو صورتحال مشکل ہوسکتی ہے۔ 'ہندوستان چین کو صرف 14 فیصد برآمدات

دستک

کرتا ہے اور چین سے 86 فیصد درآمد کرتا ہے۔ ہندوستان ایسی حالت میں ہے جہاں نیپال اور بنگلہ دیش بھی نہیں ہیں'۔ چین کے ساتھ تعلقات کے معاملے میں ہندوستان کو 1962 کی جنگ کا بھی تجربہ ہے۔ 1962 میں دونوں ملکوں کے درمیان اکسائی چن کے متنازع خطہ پر جنگ ہوئی تھی جو تقریباً ایک ماہ جاری رہی تھی۔ اکسائی چن خطہ پر دونوں ممالک کا دعویٰ ہے۔ اس جنگ کے بعد اس وقت کے وزیراعظم راجیو گاندھی 1988 میں چین گئے تھے۔ ایک طرح سے یہ دورہ دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کو معمول پر لانے کی کوشش تھی۔ اس دوران دونوں ممالک کے درمیان سرحد پر امن برقرار رکھنے کے لیے ایک معاہدہ طے پایا تھا۔ یہ 1988 کے بعد دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کی بنیاد تھی، لیکن 2020 میں گلوان وادی میں پیش آنے والے واقعہ کے بعد دونوں ممالک کے تعلقات میں تبدیلی آگئی ہے۔

> عموماً روس کو ہندوستان کا بہترین دوست کہا جاتا ہے۔ عالمی سطح پر جب بھی کوئی مسئلہ پیدا ہوتا ہے تو دونوں ممالک ایک دوسرے کا ساتھ دیتے آئے ہیں لیکن روس اور ہندوستان کی دوستی کے درمیان اب چین کی بھی انٹری ہونے لگی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پانچویں بار صدر بننے کے بعد ولادیمیر پوتن سیدھے چین پہنچے ہیں۔

بہر حال روس اور چین کے دفاعی محور نے نئی دہلی کے لیے اہم سوالات پیدا کردیے ہیں۔ ہندوستانی دفاعی سامان کا تقریباً 60 سے 70 فیصد روس سے آتا ہے اور نئی دہلی کو خاص طور پر ایسے وقت میں جب ہندوستانی اور چینی فوجی سرحد پر گزشتہ 4 سالوں سے آمنے سامنے ہیں، باقاعدہ اور قابل اعتماد سپلائی کی ضرورت ہے۔ مغربی تجزیہ کاروں نے ہندوستان کو ایسی صورتحال سے خبردار کیا ہے جس میں روس چین کا 'جونیئر پارٹنر' بن جائے۔ اس کے ساتھ ہی ہندوستان یہ بھی ہرگز نہیں چاہے گا کہ روسی دفاعی صنعت مغربی پابندیوں کے نتیجے میں نقصان اٹھائے۔

عموماً روس کو ہندوستان کا بہترین دوست کہا جاتا ہے۔ عالمی سطح پر جب بھی کوئی مسئلہ پیدا ہوتا ہے تو دونوں ممالک ایک دوسرے کا ساتھ دیتے آئے ہیں لیکن روس اور ہندوستان کی دوستی کے درمیان اب چین کی بھی انٹری ہونے لگی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پانچویں بار صدر بننے کے بعد ولادیمیر پوتن سیدھے چین پہنچے ہیں۔ درحقیقت عالمی سطح پر دیکھا جائے تو چین نے گزشتہ کچھ عرصہ سے ہمیشہ روس کا ساتھ دیا ہے۔ بیجنگ نے یوکرین جنگ میں روس کی سیاسی حمایت کی ہے۔ اگرچہ چین براہ راست روس کو اسلحہ برآمد نہیں کر رہا ہے، لیکن وہ روس کی جنگی کوششوں میں امداد کے طور پر مشینی کل پرزے، الیکٹرونکس اور دیگر سامان برآمد کرتا رہتا ہے۔ حالانکہ چین نے روس-یوکرین جنگ میں خود کو غیر جانبدار ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے لیکن سبھی جانتے ہیں کہ یہ محض دکھاوے تک محدود ہے۔ ضرورت پڑنے پر چین پوتن کا ہی ساتھ دے گا کیونکہ چین اور روس نے فروری 2022 میں 'کوئی حد نہیں' شراکت داری کا اعلان کیا تھا۔

موجودہ حالات میں اگر ہندوستان اور چین کے درمیان جنگ چھڑ جائے تو روس کیا کرے گا؟ 1962 کی جنگ کے دوران سوویت یونین کا موقف خاص طور پر ہندوستان کے حق میں نہیں تھا۔ ماسکو نے 1971 کی جنگ کے دوران اپنا تعاون کچھ حد تک بڑھایا تھا۔ بہر حال یہ 1962 یا 1971 نہیں ہے اور ولادیمیر پوتن کا روس پرانا سوویت یونین بھی نہیں ہے۔

sasalika786@gmail.com

پاکستان کے زیر قبضہ کشمیر ہندوستان کا اٹوٹ حصہ

ایم اے کنول جعفری

اگر ہندوستان 'لکشمن ریکھا' پار کر پاکستان کے قبضے والے کشمیر (پی او کے) کو ہندوستان میں شامل کرتا ہے، تو چین کا ردعمل کیا ہوگا؟ 16 مئی کو یہ سوال مرکزی حکومت کے وزیر خارجہ ایس جے شنکر سے مہاراشٹر کے ناسک میں منعقد 'وشوابندھو بھارت' تقریب میں کیا گیا۔ وزیر خارجہ نے جواب دیا کہ وہ لکشمن ریکھا جیسی کوئی چیز نہیں مانتے۔ انہیں لگتا ہے کہ پی او کے ہندوستان کا حصہ ہے، جو کسی کی کمزوری یا غلطی کی وجہ سے عارضی طور پر چھین لیا گیا، وہ پاس واپس آجائے گا۔ پی او کے پر ہندوستان کا جائز دعویٰ ہے۔ پاکستان یا چین اس پر خودمختاری کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ ایس جے شنکر نے نام لیے بغیر آزاد ہندوستان کے پہلے وزیراعظم پنڈت جواہر لعل نہرو کو نشانہ بنایا۔ مقبوضہ کشمیر میں بڑھ رہی بے چینی اور تشدد کے واقعات پر ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مقبوضہ کشمیر کے عوام گزشتہ چند برسوں سے جموں وکشمیر کی زبردست ترقی کو دیکھ اور متاثر ہورہے ہیں، وہ کشمیر میں مثبت تبدیلیاں دیکھ کر خود سے سوال کررہے ہیں کہ آیا ایسی چیزیں ہوسکتی ہیں؟ اگر ہاں! تو پھر وہ کیوں مصیبت اُٹھائیں اور بدسلوکی قبول کررہے ہیں؟ دیکھنا ہوگا کہ یہ صورت حال کیا رُخ اختیار کرتی ہے؟ مظفر آباد میں افراتفری ہے۔ بڑھتی مہنگائی اور اُونچے برقی بلوں سے بیزار عوام احتجاج کررہے ہیں۔

مقبوضہ کشمیر ہندوستان (کا حصہ) ہے، جو یقیناً واپس ہوگا۔ اس بارے میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ بلوچستان سمیت کئی دیگر حصوں میں مسائل کا سامنا ہے۔ معاشی مشکلات سے پاکستان کی ساکھ متاثر ہورہی ہے۔ ہندوستان کو پاکستان کی اصلاحات اور پالیسیوں پر نظر رکھنی ہوگی۔ ہندوستان سے مخالفت کی پالیسی نے پاکستان کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے، جہاں وہ آج ہے۔ بھارت کو اپنی پوزیشن مضبوط رکھنے اور خود پر اعتماد کی ضرورت ہے۔ ماضی میں چین کے اقدامات اور اس کے پاکستان کے ساتھ تعاون سے سبھی واقف ہیں۔ بارہا بتایا جاچکا ہے کہ مقبوضہ کشمیر پر نہ تو پاکستان دعویٰ کرسکتا ہے اور نہ ہی چین۔ خودمختاری کا دعوے دار صرف ہندوستان ہے۔ قانونی ملکیت ہماری ہی ہے۔ 1963 کے معاہدے کے مطابق پاکستان اور چین دوستی کو آگے بڑھانے پر اتفاق کیا گیا تھا۔ پاکستان نے چین کی قربت پانے کے لیے اپنے زیر قبضہ تقریباً 5,000 کلومیٹر کا کچھ حصہ چین کو سونپ دیا۔ معاہدے میں درج ہے کہ چین اس علاقے کے پاکستان یا ہندوستان کا ہونے کا احترام کرے گا۔ کئی روز قبل پال گھر میں انتخابی ریلی کو خطاب کرتے ہوئے مرکزی وزیر داخلہ امت شاہ نے بھی اسی طرح کے بیانات دیے تھے۔

> پاک مقبوضہ کشمیر ہندوستان (کا حصہ) ہے، جو یقیناً واپس ہوگا۔ اس بارے میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ بلوچستان سمیت کئی دیگر حصوں میں مسائل کا سامنا ہے۔ معاشی مشکلات سے پاکستان کی ساکھ متاثر ہورہی ہے۔ ہندوستان کو پاکستان کی اصلاحات اور پالیسیوں پر نظر رکھنی ہوگی۔ ہندوستان سے مخالفت کی پالیسی نے پاکستان کو اس مقام پر پہنچادیا ہے، جہاں وہ آج ہے۔

دراصل، جموں وکشمیر ریاست میں انگریزوں کے قبضے کے دوران ہی آزادی کی تحریک شروع ہوگئی تھی۔ انگریزوں نے 16 مارچ 1846 کو امرتسر معاہدے کے تحت کشمیر کو 75 لاکھ نانک شاہی سکوں کے عوض اپنے وفادار گلاب سنگھ ڈوگرہ کو فروخت کردیا تھا۔ اسی کے ساتھ جموں وکشمیر کا تمام علاقہ، آبادی اور وسائل گلاب سنگھ ڈوگرہ کو منتقل ہوگئے۔ کشمیر میں 80 فیصد مسلم آبادی تھی اور اس کی 965.60 کلومیٹر لمبی سرحد پاکستان سے ملتی تھی۔ ڈوگرہ حکمران انگریزوں سے زیادہ مسلمانوں پر تشدد اور نفرت کرتے تھے۔ ان کی نفرت اور تعصب کا اندازہ اسی سے ہوجاتا ہے کہ وہ دوپہر سے پہلے کسی مسلمان کی شکل دیکھنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ مسلمانوں کو دوپہر سے پہلے ڈوگرہ حکمران کے سامنے جانے کی اجازت نہیں تھی۔ اسلام دشمنی کی بنا پر مساجد کو گھوڑوں کے اصطبلوں اور بارود خانوں میں تبدیل کیا گیا تھا۔ مسلمانوں کو اذان دینے اور جمعہ وعیدین میں خطبہ پڑھنے کی اجازت نہیں تھی۔ اس غیر انسانی سلوک کے خلاف آواز بلند کرنے پر ڈوگرہ حکمرانوں نے پونچھ کے مسلمان رہنما سردار سبز علی خان اور ملی خان کی زندہ کھالیں اُتروالیں۔ مظالم کے خلاف کشمیری بیدار ہوکر منظم ہونے لگے اور پھر کئی تنظیمیں قائم ہوگئیں۔ 1929 میں شیخ عبداللہ نے سری نگر میں 'ریڈنگ روم پارٹی' تنظیم بنائی تو چودھری غلام عباس اور اے آر ساغر وغیرہ نے 'ینگ مین ایسوسی ایشن' کی بنیاد رکھی۔ 1931 میں بریلی کی ایک مسجد شہید کرنے اور پولیس اہلکار کے قرآن مجید کی بے حرمتی کرنے کے بعد مسلمانوں میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی۔ انہوں نے سڑکوں پر احتجاج ومظاہرے کیے تو پولیس نے مظاہرین کو گرفتار کرکر 13 جولائی 1931 کو عدالت میں پیش کیا۔ مسلمانوں نے عدالتی کارروائی سننے کا مطالبہ کیا تو پولیس نے نہتے مسلمانوں پر تابڑتوڑ گولیاں چلائیں۔ 27 مسلمان شہید اور بے شمار زخمی ہوئے۔ مظالم کی خبریں پھیلتے ہی مسلمانوں میں اپنے مستقبل کو لے کر

جائزہ

تشویش پیدا ہوئی۔ اسی کے ساتھ کشمیری مسلمانوں میں اتحاد کی فضا قائم ہوئی اور 14 اگست 1931 کو پہلی مرتبہ جموں میں 'کشمیر ڈے' منایا گیا۔ اکتوبر 1931 میں پنجاب میں 'چلو چلو کشمیر چلو' کی صدائیں گونجیں تو برطانیہ سرکار نے مداخلت کرکے ڈوگرہ حکومت سے مظالم روکنے کو کہا۔ 1932 میں لندن میں گول میز کانفرنس میں متحدہ ہندوستان کے آئین پر اتفاق رائے ہوا، لیکن چودھری رحمت علی نے اسے مسلمانوں کے لیے 'ڈیتھ آف وارنٹ' بتا کر مسترد کردیا اور 28 جون 1933 کو 'پاکستان' نام سے علیحدہ مسلم ریاست کا مطالبہ کیا۔ 3 جون 1947 کو تقسیم ہند کا فارمولہ منظور ہوا اور برصغیر کی 562 ریاستوں کو اپنے جغرافیائی، معاشرتی اور سماجی حقائق اور آبادی کی خواہشات کے مطابق ہندوستان یا پاکستان میں الحاق کا اختیار دیا، لیکن مسلم لیگ نے حیدرآباد کی اہل مال ریاست کو پاکستان سے الحاق کے مدنظر ریاست کے حکمرانوں کو الحاق کے فیصلے کے اختیار کا مطالبہ کیا۔ اسی دوران ہندوستان نے فوج بھیج کر حیدرآباد پر بھی قبضہ کرلیا۔ وزیر داخلہ سردار ولبھ بھائی پٹیل کو رجواڑوں کو ہندوستان سے الحاق کی ذمہ داری سونپی گئی۔ کشمیر، جونا گڑھ اور حیدرآباد دکن کے علاوہ باقی سب کا الحاق ہوگیا۔ سیرل ریڈکلف کمیشن کی تشکیل ہوئی۔ کمیشن کے مسلم اکثریت والے گرداس پور کو ہندوستان کے حصے میں ڈالنے سے بھارت کو کشمیر تک رسائی کا واحد راستہ مل گیا۔ تقسیم ہند اور ریڈکلف کی بے ضابطگیوں کے نتیجے میں ہندو اور مسلموں کی ہجرت کے دوران کثیر تعداد میں قتل وغارت اور ہلاکتیں ہوئیں۔ سیاسی کشیدگی میں اضافے سے کشمیری مظاہرین سڑکوں پر آگئے۔ پونچھ کے 5 لاکھ مسلمانوں میں سے 2 لاکھ کی ہلاکت کا الزام مہاراجہ کی فوج پر لگا، جو بچ گئے، وہ پاکستان چلے گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ 22 اکتوبر 1947 کو پاکستان کے صوبے سرحد کے قبائلیوں نے کشمیر پر حملہ کردیا۔ قبائلی حملے کے بعد 25 اکتوبر 1947 کو مہاراجہ جموں بھاگ گئے اور دہلی سے فوجی مدد کی درخواست کی۔ بھارت نے الحاق کے بغیر مدد سے انکار کردیا۔ 26 اکتوبر 1947 کو مہاراجہ ہری سنگھ نے کشمیر کا بھارت کے ساتھ الحاق کرتے ہوئے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو خط لکھا۔ 27 اکتوبر 1947 کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے عوامی رائے شماری کی شرط پر معاہدہ قبول کیا۔ جموں میں معاہدے پر دستخط ہوئے۔ 15 اگست 1947 سے پہلے کشمیر کے بھارت یا پاکستان کے ساتھ الحاق کا فیصلہ نہیں لینے سے برطانیہ کی بالادستی ختم ہوگئی اور کشمیر آزاد ہوگیا۔ 27 اکتوبر 1947 کو جہازوں کے ذریعہ فوجی کشمیر میں اُتارے گئے۔ فوج کے قبائلیوں کے قبضے والے کشمیر میں داخل ہوتے ہی بھارت-پاکستان میں جنگ شروع ہوگئی۔ جنگ بند ہوئی تو ہندوستان نے سری نگر، جموں اور لداخ سمیت کشمیر کے کچھ حصوں پر قبضہ کرلیا۔ پاکستان نے کشمیر کے مغربی حصے پر کنٹرول حاصل کرکے اسے آزاد کشمیر نام دیا۔ 1948 میں ہندوستان نے اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل سے پاکستان کی شکایت کی۔ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان 1965، 1971 اور 1999 میں جنگیں ہوچکی ہیں۔ ان سب کے باوجود کشمیر کا مسئلہ ابھی بھی اپنے حل کا منتظر ہے۔

(مضمون نگار سینئر صحافی اور اَدیب ہیں)

jafrikanwal785@gmail.com

اقوال زرّیں

- جو شخص صبر کی چادر اوڑھ لیتا ہے وہ عزت اور بزرگی پاتا ہے۔
- صبر انسان کو اندر سے مضبوط کرتا ہے۔
- علم ایک ایسا پھول ہے جتنا کھلتا ہے اتنی خوشبو دیتا ہے۔

روزنامہ راشٹریہ سہارا
ROZNAMA RASHTRIYA SAHARA NEW DELHI

سیاسی جماعتوں کی انتخابی مہم

20 مئی پیر کے روز 8 ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کی کل 49 سیٹوں پر ہونے والی پانچویں مرحلے کی پولنگ کے ساتھ ہی لوک سبھا کے کل 543 حلقوں میں سے 428 کے امیدواروں کی قسمت کا فیصلہ کیا جاچکا ہے۔ حکمراں جماعت اور حزب اختلاف کے بڑے بڑے سیاسی بتوں کی تقدیر اب ای وی ایم میں قید ہے۔ فقط 125 حلقے ہی رہ گئے ہیں جہاں چھٹے اور ساتویں مرحلہ میں 25 مئی اور یکم جون کو پولنگ ہونی ہے۔ ساحل پر بیٹھے سمندر کی طغیانی کا معائنہ کرنے والے کئی تجزیہ نگاروں، سیاسی مبصرین اور مختلف طرح کے سروے جائزے میں کہا جارہا ہے کہ حکومت سازی کا جو فیصلہ ہونا تھا، وہ عوام نے پانچ مرحلوں میں کردیا ہے۔ پیش قیاسی کی جارہی ہے کہ اپوزیشن اتحاد 'انڈیا' کی تیز گامی حکمراں سیاسی جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی اور اس کے ہم نواؤں کو بہت پیچھے چھوڑتے ہوئے حکومت سازی کے مقررہ ہدف سے بھی آگے نکل چکی ہے۔ اب باقی ماندہ سیٹوں کا انتخاب محض خانہ پری ہے اور بی جے پی ایک ہاری ہوئی جنگ لڑ رہی ہے۔ یہ اندازے، جائزے، سروے اور پیش قیاسیوں کا اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا، اس کا پتہ تو 4 جون کو ہی چلے گا لیکن ان پانچ مرحلوں کی انتخابی مہم کے دوران سیاسی جماعتوں نے معاشرہ میں جو غلاظتیں انڈیلی ہیں، اس کی نظیر اب تک کی انتخابی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ خاص کر بھارتیہ جنتا پارٹی کی انتخابی مہم کا جارحانہ انداز اور اخلاق باختہ بیانات، بے وزن اور بے مغز دلیلوں اور خدائی دعوے نے معاشرتی وسماجی ہم آہنگی کا تانا بانا آخری درجہ میں بکھیر دیا ہے۔

پوری انتخابی مہم کے دوران حکمراں بی جے پی نے رائے دہندگان کے بنیادی مسائل مہنگائی، بے روزگاری، غربت، جہالت کے خاتمہ، تعلیمی نظام کو بہتر بنانے، صحت سہولیات کی فراہمی پر بات کرنے اور مستقبل کے ترقیاتی منصوبوں کا خاکہ پیش کرنے کے بجائے عوام کی توجہ ان سب سے ہٹانے کی مذموم کوشش کی ہے۔ ترنمول کانگریس کی سپریمو ممتا بنرجی تو اپنے ترقیاتی کاموں کی طوالت اور بقا کا موازنہ الہامی کتابوں سے کررہی ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے جوش خطابت میں یہ کہا کہ دنیا سے قرآن، بائبل، گیتا وغیرہ اٹھ جائیں گے لیکن انہوں نے جو ترقیاتی کام کیے، وہ باقی رہیں گے اور ان کی جانب سے کیے جانے والے ترقیاتی کاموں کا سلسلہ بھی جاری رہے گا۔ کانگریس اور اپوزیشن اتحاد 'انڈیا' میں شامل دوسری پارٹیاں بھی ریزرویشن کے نام پر 'سماج کی تقسیم' کو مبینہ طور پر ہوا دینے کے مسائل اٹھارہی ہیں۔ جنوبی ہندوستان کی سیاسی جماعت ڈی ایم کے کے لیڈر اسٹالن کا ہندو مخالف بیان بھی ایسے ہی زمرے میں آتا ہے۔

لیکن حکمراں بی جے پی اس معاملے میں سب سے آگے نکل چکی ہے۔ 'وکاس پرش' اور ان کی جماعت آدھا سچ کا اور آدھا جھوٹ کا ایسا غلیظ اور بدبودار ملغوبہ عوام کو پیش کررہی ہے جس نے معاشرے میں عفونت پھیلادی ہے۔ دس سالہ دور حکومت کے ترقیاتی کاموں کا بھی ذکر بی جے پی کا کوئی لیڈر نہیں کررہا ہے حتیٰ کہ وزیراعظم نریندر مودی بھی اپنے دور اقتدار کی حصولیابیاں بتانے کے بجائے سابقہ حکومتوں خاص کر کانگریس کے دور اقتدار کے فیصلوں، پالیسیوں اور کارکردگی کو اپنے بیانات کی زینت بنارہے ہیں۔ اپوزیشن اتحاد 'انڈیا' کی قوت کو کم بتانے اور اسے بدنام کرنے کیلئے دوسری سیاسی جماعتوں کے لیڈروں کو ہندوؤں کا دشمن اور مسلمانوں کا دوست بتایا جارہا ہے۔ بی جے پی کے 'اسٹار کمپینر' وزیراعظم نریندر مودی تو ہندو-مسلم سیاست میں ایک دوسری ہی تاریخ لکھ رہے ہیں۔ کبھی وہ توبہ توڑتے ہیں تو کبھی جام توڑتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ وہ ہندو-مسلم سیاست جس دن کریں گے وہ دن ان کی عوامی زندگی کا آخری دن ہوگا اور اگلی ہی صبح وہ پھر سے ہندو-مسلم منافرت کی سیاست کرنے لگتے ہیں۔

بی جے پی کے پاس ووٹروں کو راغب کرنے کیلئے مسلمانوں کا خوف ایک مستقل ہتھیار تو بنا ہی ہوا ہے، اب پاک مقبوضہ کشمیر کو ہندوستان میں شامل کرنے کا نیا ایشو پہلی بار اس انتخاب میں لایا گیا ہے۔ وزیرداخلہ امت شاہ مغربی بنگال تقریر کے دوران اچانک پاک مقبوضہ کشمیر پہنچ جارہے ہیں تو اترپردیش کے وزیراعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ مہاراشٹر کے پال گھر سے یہ نوید سنارہے ہیں کہ اگلے 6 مہینوں میں ان کی یعنی بی جے پی کی حکومت (اگر بنی تو) پاک مقبوضہ کشمیر کو ہندوستان کا حصہ بنالے گی۔ اسی بہانے یہ لیڈران سابق وزیراعظم آنجہانی جواہر لال نہرو کو پانی پی پی کر کوس بھی رہے ہیں۔ حکمراں جماعت کی یہ نفرت انگیزی صرف تقریروں تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ قابل اعتراضات اشتہارات بھی دیواروں پر چسپاں کرارہے ہیں۔

انتخابی مہم کی یہ مجموعی صورتحال کسی بھی طور پسندیدہ نہیں کہی جاسکتی ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جس میں مذہب اور عقیدہ کی بوقلمونی اس کا حسن سمجھا جاتا ہو، وہاں اگر سیاسی جماعتیں اور اس کے لیڈران اس آخری درجہ کی رزالت پر اتر آئیں اور آئینی ادارے، عدلیہ اور عوام خاموش رہیں تو پھر ایسا معاشرہ عاشق کا گریبان بن جاتا ہے، جس کے پرزے عاشق خود اپنے ہاتھوں اڑاتا ہے۔

edit2sahara@gmail.com

پانچویں مرحلے کا الیکشن مکمل

مکرمی!

اس وقت الیکشن کا زور شور ہے۔ ایک طرف اپوزیشن اتحاد ''انڈیا'' جی جان سے میدان الیکشن میں رواں دواں ہے اور دوسری طرف موجودہ برسر اقتدار حکومت ''بی جے پی'' جس میں مودی پیش پیش نظر آرہے ہیں اور اپنی لچھے دار تقریروں وجملوں کے ذریعہ اتحادیوں کو چاروں خانے چت کرنے میں مگن ہیں اور ان کی دل کھول کر مدد میڈیا کررہا ہے جو صبح سے شام تک موجودہ حکومت کے گن گان کرنے سے نہیں تھکتا جبکہ اتحادیوں کے ساتھ صرف عوام اور سوشل میڈیا ہیں جو ان کی باتوں کو عوام تک پہنچا رہے ہیں جبکہ رائے بریلی میں سونیا گاندھی نے خود اپنے بیٹے راہل گاندھی کے لیے ووٹ مانگے اور عوام سے کہا کہ ''میں اپنے بیٹے کو آپ کے حوالے کرتی ہوں''، جبکہ دوسری طرف مودی جی اور ان کی پوری لابی چار سو پار کی بات کرکے عوام کے ذہن ودماغ کو موڑنے کی کوشش کرتی ہے۔ اب دیکھنا ہوگا کہ آنے والے دنوں میں اپوزیشن اتحاد کی حکومت بنتی ہے یا مودی جی ہیٹرک لگانے میں کامیاب ہوتے ہیں یا ناکام یہ آنے والا وقت بتائے گا۔ آج میڈیا نے اپنی ذمہ داری کو طاق پر رکھ دیا ہے۔ وہ اپوزیشن کی باتوں کو اپنے اخبار میں جگہ نہیں دیتا جبکہ موجودہ حکومت کی پل پل کی خبروں کو نشر کرنے میں لگا رہتا ہے اور موجودہ حکومت کے گن گان میں اس طرح آگے رہتا ہے کہ لگتا ہے وہی الیکشن لڑ رہا ہے جبکہ کانگریس کے صدر ملکارجن کھرگے، عام آدمی پارٹی کے لیڈر اور دہلی کے وزیراعلیٰ اروند کجریوال، سماجوادی پارٹی کے رہنما اکھلیش یادو، مغربی بنگال کی شیرنی اور وزیراعلیٰ ممتا بنرجی اور مہاراشٹر کے سابق وزیراعلیٰ اودھو ٹھاکرے، این سی پی نیتا شرد پوار، بہار کے ہردلعزیز لیڈر تیجسوی یادو سب جی جان سے مودی کو زیر کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ وہیں پرینکا گاندھی اپنے بھائی راہل گاندھی کے لیے تن من دھن سے محنت کررہی ہیں اور جیت کا سہرا اپنے بھائی کے سر باندھنے کی کوشش کررہی ہیں۔ اس کے باوجود موجودہ حکومت کے پاس میڈیا، ای ڈی، سی بی آئی کے علاوہ اتھاہ دولت ہے جو وہ پانی کی طرح بہارہا ہے جبکہ اپوزیشن اس معاملے میں کمزور ہے۔

پانچویں مرحلے کے الیکشن کے اختتام تک یہ بات جگ ظاہر ہوگئی ہے کہ انڈیا اتحاد آنے والے 4 جون 2024 کو کرسی اقتدار پر براجمان ہونے جارہا ہے جبکہ اس کے ووٹرس کو جگہ جگہ روکا اور ٹوکا جارہا ہے، انہیں خوف ودہشت میں ڈالنے کی پوری کوشش کی جارہی ہے اور اترپردیش کے وزیراعلیٰ یوگی تو اب بھی زہر اگلتے نظر آرہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب راستوں پر سے لوگوں نے نماز پڑھنا چھوڑ دیا ہے اور مودی جی اپنے اجلاس میں یہ کہہ کر اکثریت کو ایک کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اتحاد کی حکومت بنی تو آپ کے منگل سوتر اور آپ کی دولت کو دوسروں میں تقسیم کردیا جائے گا، اس لیے بی جے پی کی حکومت بناؤ اور اپنی جان ومال کو محفوظ کراؤ۔ یہ جملے کی سرکار دس سالوں سے ملک پر حکومت کررہی ہے۔ ابھی الیکشن کے دو مرحلے باقی ہیں، عوام کو سب کچھ مدنظر رکھ کر ووٹ کرنا چاہیے۔

ابوفرحان عبدالواحد بلرامپوری
چمن وہار، لونی، غازی آباد، یوپی

نوٹ: ادارتی صفحے پر شائع مضامین میں مضمون نگاروں کے ذریعہ ظاہر کی گئی آرا ان کی ذاتی ہیں اور ادارہ اس کیلئے کسی طرح سے ذمہ دار نہیں ہے۔

اس کو معاف کرنا غلط ہے غلط ہے اب
جس نے بھری ہے آگ وطن کی فضاؤں میں
سب دیس واسیوں پہ یہ کوشش ہے لازمی
آجائے اپنا دیس ترنگے کی چھاؤں میں

جگر نوگانوی

سہارا انڈیا ماس کمیونی کیشن کیلئے پرنٹر و پبلشر ضیاء قادری نے ایم این ایس پرنٹرس پرائیویٹ لمیٹیڈ نمبر 345/4 بھترا ہلی، اولڈ مدراس روڈ، کے آر پورم، بنگلور۔560049 سے چھپوا کر دفتر روزنامہ راشٹریہ سہارا ڈی۔5، تھرڈ فلور، جیوتی کمپلیکس، اپوزٹ ماروتی سوزوکی شوروم، 134/1 انفنٹری روڈ بنگلورو۔560001 سے شائع کیا۔
Published & Printed by Zia Qadri on behalf of Sahara India Mass Communication and Printed at M.N.S. Printers Pvt. Ltd. No.345/4, Bhattarahalli, Old Madras Road, K.R.Puram, Bengaluru-560049, Karnataka and Published from Office Roznama Rashtriya Sahara D-5, 3rd Floor, Jyothi Complex, Opp. Maruti Suzuki Showroom, 134/1, Infantry Road, Bengaluru-560001
ایڈیٹر اینڈ گروپ ایڈیٹر: عبدالماجد نظامی ■ ریزیڈنٹ ایڈیٹر: نعمت اللہ حمیدی * Editor & Group Editor: Abdul Majid Nizami (editor.nizami@gmail.com) Resident Editor: Nematullah Hameedi (mnhameedi@gmail.com)
For News Blr: saharaurdubangalore@gmail.com ■ Advertisement. Bengaluru: 080-25594449 (National): ■ 0-9891773434, 9899452476 Email: adsahara@gmail.com
ٹیلی فون نمبر بنگلور آفس: 080-25594449، سرکولیشن: 9448051975 www.roznamasahara.com
R.N.I. No.KARURD/2007/22871 Roznama Rashtriya Sahara (Bengaluru) Regd.: KA/BGGPO/2555/09-11
سال: 16 شمارہ نمبر: 5842
* اس شمارہ میں شامل شائع شدہ تمام خبروں کے انتخاب اور ایڈیٹنگ کیلئے ذمہ دار
روزنامہ راشٹریہ سہارا ○ حب الوطنی ○ فرض شناسی ○ ایثار
ہمیں فخر ہے کہ ہم ہندوستانی ہیں